رحمۃ اللہ علیہ
فیضانِ رومی
(دفتر اول)
مرتبہ
محمد یونس قادری
جامع مسجد بابا حیدر شاہ۔ محلہ الھیار۔ ٹنڈو آدم۔ ضلع سانگھڑ۔ سندھ۔ پاکستان۔ 0302-3359863

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

حرف اول

الحمد للہ رب العالمین۔ الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔

فیس بک پر ہمارا گروپ ''روشنی'' نامی میں ''فیضان رومی رحمۃ اللہ علیہ'' کے عنوان سے حکایات لکھی گئیں۔انہی حکایات کو ایک جگہ جمع کر کے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے۔

یہ تمام حکایات انسانی کردار پر روشنی ڈالتی ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیا وآخرت کی کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔

فائدہ اٹھانے والوں سے دعا کی درخواست ہے۔

فقط

محمد یونس قادری

ٹنڈو آدم

۳ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ ۲۰ ستمبر ۲۰۲۳ء

بدھ

۱۔بانسری

بانسری سے سن کیا حکایت (بات) کرتی ہے اور جدائیوں کی کیا شکایت کرتی ہے؟ کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے میرے نالوں سے مرد و عورت سب روتے ہیں ۔میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جُدائی سے پارہ پارہ ہوتا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں ۔جو کوئی اپنی اصل سے دُور ہو جاتا ہے وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے ۔میں مجمع میں روئی خوش اوقات اور بد احوال لوگوں میں رہی، ہر شخص اپنے احوال کے مطابق میرا یار بنا لیکن میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی ۔میرا راز میرے نالوں سے دور نہیں ہے لیکن آنکھ اور کان میں وہ نور موجود نہیں ہے ۔

رُوح عالم ارواح میں اپنی اصل یعنی ذات حق میں لوٹنے کی مشتاق ہے ۔جو اس راز کو سمجھتا ہے وہ ہی میرے نالے کی اصل کو بھی سمجھتا ہے ۔بدن روح سے اور رُوح بدن سے چھپے ہوئے نہیں ہیں لیکن کسی کے پاس رُوح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے ۔یعنی بدن روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ بانسری میں آنے جانے والی ہوا ہوا نہیں بلکہ آگ ہے اور جس میں یہ آگ نہ ہو اُس کے لیے موت بہتر ہے ۔عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہوئی ہے اور مستی اسی جوش عشق کی وجہ سے ہے ۔بانسری اُس کی ساتھی ہے جو اپنے یار سے کٹا ہوا ہے ۔اس کے راگوں نے ہمارے دلوں پر پڑے ہوئے پردے پھاڑ دیئے ہیں ۔

بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو آواز آرہی ہے وہ اُس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہے ۔ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے جس نے آسمان میں شور وغل مچایا ہوا ہے لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے کہ اس سرے کی آہ وفریاد اُسی جانب سے ہے ۔اس دُنیا میں جو لوگ عشق کے زیر اثر آہ وفریاد کرتے ہیں، دراصل اُس کا منبع ذات الٰہی ہی ہے ۔اس بانسری کی آواز اُسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے اور رُوح کی بے تابی اور تڑپ پھڑک اُسی کی کشش کی وجہ سے ہے ۔

بانسری کی آواز کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا تو بانسری دُنیا کو مٹھاس سے نہ بھرتی ۔فراق میں عمریں گزر گئیں ۔عمریں گزرتی ہیں تو کہہ دو گزر جائیں ۔اگر محبوب باقی ہے تو فراق کے غم کی کوئی پرواہ نہیں ۔مچھلی دریا کے پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی اسی طرح عاشق دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا اور قرب کا متلاشی رہتا ہے ۔کوئی ناقص کسی کامل کا حال نہیں جان سکتا۔(انوارالعلوم ۔ص:129)

سبق:

کسی کامل کی صحبت سے فیض پا کر اپنی روح کو جو کہ اصل وطن سے کٹ چکی ہے واصل کر ۔

۲۔بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا

اب سے پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کی حکومت ملک دنیا پر بھی تھی اور ملک دین پر بھی ۔اتفاقاً ایک دن بادشاہ سوار ہوا اور اپنے خواص کے ساتھ شکار کو نکلا ۔وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں شکار کے لیے پھرتا رہا کہ اچانک اُس نے ایک خوبصورت لونڈی کو دیکھا اور بادشاہ کی جان اس لونڈی کی غلام بن گئی ۔اُس کی جان کا پرندہ جب عشق کی شدت سے پنجرے میں تڑپا تو اس نے مال دیا اور لونڈی کو خرید لیا۔

وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہوگئی۔

بادشاہ نے لونڈی کی شفایابی کے لیے ہر طرف سے طبیبوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ دونوں کی جان تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ میری جان معمولی ہے۔کیونکہ میری جان کی جان یہ لونڈی ہے۔میں دکھی اور زخمی ہوں لیکن میرا علاج اس لونڈی کی تندرستی ہے۔جس نے میری جان کا علاج کر دیا وہ میرے خزانے کو لے گیا۔سب نے کہا ہم جان لڑا دیں اور ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے۔

تکبر کی وجہ سے اُنہوں نے ان شاءاللہ نہ کہا تو خدا نے انسان کی مجبوری اُن پر ظاہر کر دی۔لونڈی مرض کی وجہ سے بال کی صورت ہو گئی اور بادشاہ کی آنکھ خون کے آنسو رونے لگی۔

بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی تو ننگے پاؤں مسجد کی طرف بھاگا۔محراب کی جانب ہوا اور بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہوگئی۔جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر اپنے ہوش میں آیا تو مدح وثنا میں خوب زبان کھولی۔اے!وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے میں کیا کہوں؟ کہ تو خود پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ہمارا اور ان طبیبوں کا حال سب کا سب تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے۔ اے!وہ کہ تو ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے۔راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے لیکن تو نے کہا ہے اگرچہ میں تیرا سارا بھید جانتا ہوں لیکن پھر بھی اپنا حال بیان کر۔

جب بادشاہ نے تہہ دل سے فریاد کی اللہ کی بخشش کا دریا جوش میں آگیا۔روتے روتے اُسے نیند آگئی۔اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے،بولے اے بادشاہ!بشارت ہو تیری حاجتیں پوری ہوئیں۔اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہوگا۔ جب وہ آئے تو وہ ماہر طبیب ہے اُسے سچا جاننا اور اُس کے علاج میں جادو دیکھنا اور اُس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا۔جب وہ خواب سے جاگا تو لونڈی کے غلام کی بجائے غم سے آزاد ہو کر بادشاہ بن گیا۔وہ جھروکے میں بیٹھ کر منتظر رہا تاکہ خدائی بھید اُس پر ظاہر ہو۔

اُس نے ایک مرد کامل کو دیکھا جو چاند جیسا لگا اور خیال کی طرح کبھی موجود اور کبھی معدوم ہوتا۔جب بادشاہ نے ولی کو دیکھا تو دربانوں کی بجائے خود آگے بڑھا اور اپنے غیبی مہمان کے سامنے ہوا۔بادشاہ طبیب کو بیمار کے پاس لے گیا۔اُس نے لونڈی کا ملاحظہ کر کے بتایا کہ جو دوا پہلے طبیبوں نے دی درست نہ تھی وہ اس کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے۔اِس نے مرض کو بھانپ لیا لیکن بادشاہ کو کچھ نہ بتایا۔وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی مریضہ ہے۔اُس کا بدن ٹھیک ہے۔دل کی حالت سے عاشقی ظاہر ہے۔عاشق کی بیماری دوسرے امراض سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔

طبیب جب لونڈی کے مرض کے راز سے واقف ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں تنہائی میں کنیز سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں پس سوائے طبیب اور بیمار کے وہاں کوئی نہ رہا۔طبیب نے نہایت نرمی سے پہلے اُس کے شہر کا نام پوچھا،پھر رشتہ داروں اور تعلق داروں کا اور ہاتھ اُس کی نبض پر رکھا۔وہ اُس لونڈی سے بچوں کی طرح پچھلے واقعات وحالات پوچھتا جاتا تھا اور اپنا کان اُس کی نبض پر رکھے تھا تاکہ جان لے کہ کس نام پر نبض پھڑکتی ہے اور اس کا جانی محبوب کون ہے؟

مختلف شہروں اور لوگوں کے بارے میں پوچھتے پوچھتے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن نہ تو اُس کا چہرہ زرد ہوا اور نہ

نبض پھڑکی۔ باتیں کرتے کرتے شہر سمرقند کا ذکر آیا تو لونڈی نے ٹھنڈی آہ بھری اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

کہنے لگی وہاں ایک تاجر نے مجھے ایک مالدار سُنار کے پاس بیچا۔ اُس کے پاس میں چھ ماہ رہی پھر اُس نے مجھے بیچ دیا۔ جب یہ کہا تو نبض پھڑکی اور چہرہ زرد ہو گیا۔

تو لونڈی سے اُس سُنار کا نام اور پتہ معلوم کر لیا اور لونڈی سے کہا کہ اب تو تکلیف سے نجات پا جائے گی۔ میں تیرا مرض سمجھ گیا ہوں اور اب تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے۔ میں سو باپوں سے بڑھ کر تجھ پر مہربان ہوں۔ یہ راز کسی پر نہ کھولنا۔ لونڈی ان باتوں سے مطمئن ہو گئی۔

طبیب نے بادشاہ سے لونڈی کا کچھ کچھ حال بتا دیا اور کہا کہ ایک قاصد سمرقند بھیجے جو سُنار کو نقد انعام کا لالچ دے کر یہاں لے آئے۔ اس کی بدولت لونڈی خوش ہو جائے گی اور اس طرح یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ جب بادشاہ نے طبیب کی بات سنی تو اُسے قبول کیا اور دو قاصد سُنار کی تلاش میں روانہ کئے۔ وہ دونوں سمرقند ستار کے پاس پہنچے۔ اس کے کام کی بے حد تعریف کی۔ جوڑا اور کچھ سونا چاندی اُسے دیا۔ وہ لالچ میں آ گیا۔ وہ اپنا شہر اور اُولاد چھوڑ کر اُن کے ساتھ چل پڑا۔ وہ بڑی شان و شوکت سے سوار جا رہا تھا تو عزت کی وجہ سے خوش تھا مگر اُسے معلوم نہیں تھا کہ اُس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔ اُس کی بہت عزت افزائی کی گئی اور بہت سا سونا اُسے دے کر شاہی زیورات اور برتن بنانے کے لیے کام پر لگا دیا گیا۔ پھر طبیب نے بادشاہ سے کہا کہ وہ لونڈی اُسے (سنار کو) دیدے تاکہ وہ اُس کے وصل سے خوش ہو جائے۔

بادشاہ نے لونڈی کا نکاح اُس سے کر دیا تاکہ وہ اکٹھے رہیں۔ طبیب نے ایک ایسا شربت سُنار کے لیے تیار کیا کہ چھ ماہ کے عرصے میں وہ گھل گھل کر کمزور بدصورت اور زرد ہو گیا۔ چونکہ لڑکی صرف اُس کی خوبصورتی پر عاشق تھی اُس کا حسن زائل ہوا تو عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ سُنار کا جسم پگھل کر ریشے کی طرح ہو گیا۔ زیرِ زمین چلا گیا اور وہ (لونڈی) اپنے غم سے نجات پا گئی۔ (انوار العلوم۔ص:129)

سبق:

دل کو عشق مجازی سے صاف کرنے کے لیے کسی کی رہنمائی حاصل کر۔

۳۔ طوطی کا قصہ

ایک بنیے کے پاس ایک طوطی تھی، جو سبز رنگ اور خوش آواز بولنے والی تھی۔ وہ دکان کی حفاظت کرتی اور سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی۔ انسانوں سے اُن کے مزاج کے مطابق بات کرتی۔ ایک دن مالک گھر کو گیا اور طوطی دکان پر تھی۔ اچانک دکان میں ایک بلی چوہے پر لپکی طوطی ڈر کر دکان میں کودی تو روغن گل کی شیشیاں بہا دیں۔ مالک گھر سے واپس آیا اور دکان کو تیل و عطر سے پُر دیکھا تو طوطی کے سر پر ایسی مار ماری کہ وہ گنجی ہو گئی۔ طوطی نے بات چیت کرنی چھوڑ دی۔ بنیے کو اُس کی خاموشی کا بہت افسوس اور ندامت ہوئی اور وہ اپنے آپ کو کوستا کہ ہائے! اس وقت میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے جب میں نے اُسے مارا۔ اُس نے فقیروں کو خیرات وغیرہ دی اور بہت حیلے کیے کہ کہیں طوطی بولے لیکن ناکام رہا۔ تین دن رات مایوسی کے عالم میں دکان پر بیٹھا، اس انتظار میں کہ طوطی کب بولے گی۔ اُس کو طرح

طرح کے کھانے کھلاتا اور چیزیں دکھاتا لیکن بے کار۔ اُس سے طرح طرح کی باتیں کرنے کی کوشش کرتا۔ تصویریں دکھاتا لیکن طوطی نہ بولی۔ اتفاقاً ایک گدڑی پوش فقیر اُدھر سے گزرا۔ اُس کا سر طشت کی پشت کی طرح صاف تھا۔ طوطی اُسے دیکھ کر عقل مندوں کی طرح بولی اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟ کیا تو نے بھی تیل گرایا ہے؟ اُس کے اس قیاس سے لوگ ہنس پڑے کہ اُس نے گدڑی والے کو اپنے جیسا سمجھا۔ (انوار العلوم ص:140)

سبق:

خود کو پاک لوگوں پر قیاس نہ کر۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۴۔ پہلا یہودی بادشاہ

یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنے والا۔ اُس بادشاہ کا ایک مکار وزیر تھا۔ اس نے کہا نصرانی اپنی جان کی حفاظت کرلیں گے یعنی چُھپ کر اپنے دین پر قائم رہیں گے۔ انہیں قتل نہ کر یہ مفید نہیں ہے۔ مذہب کی کوئی خوشبو نہیں ہوتی کہ ہم پہچان لیں کہ نصرانی کون کون ہیں۔ ہوسکتا ہے اُن کا ظاہر تیرے ساتھ ہو اور باطن برخلاف۔

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ ترکیب بتا کہ دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے نہ کھلے دین کا نہ چھپے دین کا؟

وزیر نے کہا بادشاہ! میرے ہاتھ اور کان کاٹ دے میری ناک اور ہونٹ چیر دے یہاں تک کہ کوئی مجھے اُس وقت تجھ سے مانگ لے جب تو مجھے بظاہر سولی دینے کے لیے لے جائے۔ یہ کام کسی عام گزرگاہ یعنی چوراہے پر کر۔ اُس کے بعد مجھے کسی دُور شہر میں نکال دے تاکہ میں اُن کے دین میں فتور ڈال دوں۔ وہ مجھ سے دین قبول کرنے لگیں گے تو میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کردوں گا کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران رہ جائے۔ جب وہ مجھے اپنا راز دار اور امانت دار سمجھ لیں گے تو پھر میں اپنا جال پھیلاؤں گا۔ ابھی میں تمہیں کچھ نہیں بتاسکتا۔ میں اُن کو ایسا فریب دوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنوں کا خون بہائیں گے۔

جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے اپنا یہ فریب بیان کیا تو اُس کے دل سے سارا فکر دُور ہوگیا۔ اب اُس نے وزیر کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے کہا۔ اُس کو خوب ذلیل وخوار کر کے عیسائیوں کی طرف بھگا دیا اور وہاں پہنچ کر اُس نے تبلیغ کا کام کرنا شروع کردیا۔ عیسائیوں نے جب اُسے اتنا عاجز و بدحال پایا تو غم سے رو پڑے۔

لاکھوں عیسائی اُس کے پاس جمع ہوگئے۔ وہ اُن سے راز داری میں انجیل، صلیب اور نماز کے بارے میں بیان کرتا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اقوال و افعال اُن کو بیان کرتا۔ وہ بظاہر دین کا محافظ بنا ہوا تھا لیکن بہ باطن ایک جال پھیلا رہا تھا۔ انہوں نے اُسے حضرت عیسی علیہ السلام کا نائب مان لیا اور اُس سے خوب محبت کرنے لگے۔ وہ خفیہ طور پر کانا دجال بن گیا۔

وہ کافر وزیر دین کا واعظ بن گیا اور اُس نے مکر سے بادام کے حلوے میں لہسن ملا دیا۔ جو صاحب ذوق تھے اُس کی گفتگو سے لذت محسوس کرتے لیکن ساتھ ہی کڑواہٹ بھی۔ وہ ملے جلے نکتے بیان کرتا گلاب اور شکر میں زہر ملاتا۔ صاحب ذوق اور باخبر آدمیوں کے علاوہ جو بھی تھے اُس کی گفتگو ان کے گلے کا طوق بن گئی۔ اُن لوگوں نے اپنا دین اور دنیا سب اُس کے سپرد کردیئے۔ اُس کے حکم اور ممانعت کو

جان و دل سے قبول کرتے۔جب اپنی چال سے سب امیروں کو وزیر نے اپنا گرویدہ کرلیا اور وہ اُس کے کہنے پر اپنی جان تک دینے کے لیے تیار ہو گئے۔پھر اُس نے اصل فتنے کا آغاز کیا۔

اُس نے ہر امیر کے نام ایک تحریر تیار کی اور ہر تحریر میں اختلاف تھا۔ایک میں لکھا کہ اللہ کی طرف رُجوع کرنا ہو تو ریاضت اور بھوکا رہنے کی ضرورت ہے۔ایک میں لکھا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں، اس راستہ میں سخاوت افضل ہے۔ایک میں کہا کہ تیری ریاضت اور سخاوت تیرے اور تیرے پروردگار کے درمیان شرک ہے۔توکل اور رضا اور غم کو نجات کا ذریعہ سمجھ لینا چالاکی اور ایک جال ہے۔ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے ورنہ توکل ایک تہمت ہے۔ایک میں کہا کہ کرنے اور نہ کرنے کے جو احکام ہیں عمل کے نہیں صرف عجز کی ضرورت ہے جس سے ہم خدا کی قدرت کو پہچان لیں۔

جب مکار بداعتقاد وزیر نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دین کو فساد ڈالنے کے لیے بدل ڈالا تو دوسرا مکر یہ کیا کہ خود تنہائی میں جا بیٹھا۔مریدوں میں شوق کی شورش ڈال دی۔اُس کے فراق کے شوق میں لوگ دیوانے ہو گئے۔اُس کی جُدائی اور حال کی گفتگو کرتے اور وہ تنہائی میں اپنے مجاہدے میں مصروف تھا۔وہ آہ و زاری کرتے کہ تیرے بغیر ہمارے لیے روشنی نہیں ہے۔لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھے کا کیا حال ہوتا ہے؟ خدا کے لیے اس سے زیادہ ہم سے جدا نہ رہ۔ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے۔وہ جواب دیتا میری جان دوستوں سے دُور نہیں ہے لیکن میرے لیے باہر آنے کا حکم نہیں۔امیر سفارش کے لیے آئے اور مرید عاجزی سے کہنے لگے کہ ہمیں محروم نہ کر، ہمیں تیری میٹھی باتیں سننے کی عادت ہو چکی ہے۔ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے۔خدا کے لیے ہم عاجزوں کی فریاد سن لے۔

وزیر نے کہا اے گفتار اور وعظ کے پرستارو! بھاگ جاؤ حسی کان میں روئی ٹھونس لو۔ظاہری آنکھ بند کرلو۔ظاہری حسوں سے کام لینا چھوڑ دو تاکہ تمہیں اپنے باطن سے (اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تُو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ) کی آواز سُنائی دے۔

مریدوں نے پھر التجا کی کہ تمہاری جدائی میں ہمارے آنسو بہہ رہے ہیں۔بچہ دایہ کے بغیر روتا ہے اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا۔وزیر نے کہا کہ اے لوگو! مجھے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا ہے اور اب یہ سمجھو کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ کے ساتھ چوتھے آسمان پر ہوں۔تب اُس نے قوم کے امیروں کو بلایا اور ہر ایک سے الگ الگ تنہائی میں یہ کہہ دیا کہ میرے بعد دین عیسوی کا خلیفہ تو ہی ہے اور اب سب پر دین میں تیرا ہی حکم چلے گا جو سرکشی کرے اُسے قیدی بنالے۔لیکن خیال رہے کہ اس حکم پر عمل میری موت کے بعد ہو۔اُس نے انجیل کے احکام ایک کو کچھ بتائے تو دوسرے کو اُن سے اُلٹ۔پھر چالیس دن کے بعد اُس نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔

جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے تو لاتعداد وہاں پر جمع ہو گئے اُس کی جدائی میں سب چھوٹے بڑے آہ و زاری میں مبتلا ہو گئے۔ایک مہینہ اسی حالت میں گزر گیا تو لوگوں نے کہا اے بزرگو! سرداروں میں اُس کا قائم مقام کون ہوگا تاکہ اُس کو اپنا امام بنالیں اور اُس کی اطاعت کریں کیونکہ سورج غروب ہو جانے کے بعد چراغ کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔سرداروں میں سے ایک نے کہا کہ اب اس مرد کا قائم مقام میں ہوں اور یہ دفتر میری دلیل ہے۔دوسرے نے بھی یہی دعویٰ کیا۔وہ سب آپس میں اُلجھ پڑے۔اُس کے فتنے کا بیج

ایک آفت بن گیا۔

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام انجیل میں تھا۔آپ کے حلیہ کا ذکر تھا۔جہاد،روزے اور کھانے پینے کا ذکر تھا۔عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لیے جب اس ذکر پر پہنچی تو آپ کے نام کو بوسہ دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کرتے۔وہ لوگ اس سارے جھگڑے میں خوف و خطر سے دُور تھے اور سرداروں کے شر سے محفوظ تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام کی پناہ میں تھے۔احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور اُن کا ساتھی تھا۔وہ جو فتنوں میں پھنسے رہے ذلیل وخوار ہوئے اُن کا مذہب و قانون تہ و بالا ہوگیا۔جب نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کا یار ہو جاتا ہے تو ایک مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔

(انوار العلوم۔ص:150)

سبق:

دل کی آنکھیں کھول کر واعظ کو سن بہت سے کوّں اور چیلوں نے اپنے پر رنگ کر خود کو مور بنالیا ہے۔

؎ الّاں تے کانواں رنگ لَیے پر، تے بن بن بہہ گئے مور　　سوچ سمجھ کے کسے دا ہتھ پھڑیں متاں نکلے ھور دا ھور

۵۔دوسرا یہودی بادشاہ

یہ بادشاہ بھی پہلے والے راستے پر عمل پیرا ہوا۔اس نے آگ کے پاس ایک بت کھڑا کر دیا کہ جو اس بت کو سجدہ کرے گا وہ چھوٹ جائے گا اور اگر نہیں کرے گا تو بھسم ہو جائے گا۔یہ بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لایا اور بولا اس بت کو سجدہ کر ورنہ آگ میں جلا دی جائے گی۔وہ عورت پاک دین والی اور مومنہ تھی۔اس نے بت کو سجدہ نہ کیا۔اُس (بادشاہ) نے اُس کے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا۔عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا۔اُس نے چاہا کہ بُت کو سجدہ کر دے۔بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں ہوں۔اماں! اندر آجا میں اس جگہ اچھا ہوں اگر چہ بظاہر آگ میں ہوں۔　اُس نے کہا ماں! اندر آجا اور سچائی کی دلیل دیکھ اور اللہ کے محبوب بندوں کے عیش کو دیکھ۔اندر آ اور آگ کی صورت میں پانی دیکھ۔اندر آ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راز دیکھ جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے۔

تجھ سے پیدا ہوتے وقت بھی مجھے موت نظر آرہی تھی اور تجھ سے نکل پڑنے کا بہت ڈر تھا۔جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانے سے نکلا اچھے مقام اور کھلی دُنیا میں آگیا۔اب میں اس دُنیا کو رحم کی جگہ سمجھتا ہوں کیونکہ آگ میں میں نے بہت سکون دیکھا ہے۔تو نے اس کتے کی طاقت دیکھ لی۔اندر آ اور اللہ کی رحمت اور مہربانی دیکھ۔میں محبت کی وجہ سے تمہیں پکار رہا ہوں ورنہ مجھے تیری پرواہ نہیں ہے۔اندر آ اور دوسروں کو بھی بلا لے کہ وہ بھی آگ میں بادشاہ کا دسترخواں بچھا دیکھ لیں۔اے لوگو! سب اندر آجاؤ کہ دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے۔اس گہرے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دو تا کہ رُوح صاف اور لطیف بن جائے۔ماں اندر آگئی اور اُس نے بھی یہی کہنا شروع کر دیا اور اللہ کی مہربانیوں کے موتی پرونا شروع کر دیئے۔

اُس عورت اور بچے کا حال دیکھ کر لوگ بے خود ہو کر اپنے آپ کو آگ میں ڈال رہے تھے۔وہ سب بغیر کسی کے بلائے دوست کے عشق کی وجہ سے کھنچے چلے آرہے تھے۔یہاں تک کہ سپاہی لوگوں کو منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ اور وہ بادشاہ شرمندہ ہوا جا رہا تھا۔لوگ آگ کی وجہ سے اپنے جسموں کو فنا کرنے کے لیے اور زیادہ عاشق ہو گئے۔وہ دل کا بیمار پشیمان ہو گیا۔شیطان نے اپنے آپ کو بھی منہ

کالا دیکھا۔وہ سیاہی جو وہ دوسروں کے منہ پر ملنا چاہتا تھا اس کے اپنے منہ پر اکٹھی ہوگئی۔

بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج! تیری دنیا کو جلانے والی فطرت کو کیا ہوا؟ تو جلاتی کیوں نہیں؟ تو تو اپنے کو پوجنے والی کو بھی نہیں بخشتی، تجھے نہ پوجنے والے کیسے بچ گئے؟ کیا کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے؟ یا تیری فطرت کیخلاف تیرا کام ہماری بدنصیبی کی وجہ سے ہے۔آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں، میری گرمی دیکھنی ہے تو اندر آجا۔میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی۔میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں۔

جب یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھئے تو سوائے طنز اور انکار کے اس سے کچھ نہ ہوا۔نصیحت کرنے والوں نے کہا حد سے نہ گزر۔قتل کرنا چھوڑ دے یہ بُرا کام ہے۔اپنی جان کو زیادہ آگ نہ لگا۔بادشاہ نے اُن کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر قید میں ڈال دیا۔اپنے ظلم کے پیوند پر ایک اور پیوند لگا دیا۔جب حالت یہاں تک پہنچی آواز آئی اے کتے ٹھہر جا ہمارا قہر آپہنچا۔آگ اُبھری اور یہودیوں کو گھیر کر جلا ڈالا۔اُن کی اصل آگ ہی تھی۔وہ اپنی اصل کی طرف چلے گئے۔(انوار العلوم۔ص:160)

سبق:

ظلم کرنے سے بچو،ظالم قہر خداوندی کا شکار ہوتا ہے

٦۔شیر اور خرگوش

ایک وادی میں سارے جانور شیر سے بہت تنگ تھے وہ ان میں سے کسی نہ کسی کو اٹھا کر لے جاتا۔اُن جانوروں نے تدبیر کی اور سب اُس کے پاس آئے کہ ہم تجھے پیٹ بھر کر خوراک مہیا کر دیا کریں گے تو ہمارے شکار کو نہ آیا کر اور ہمیں آزادی سے گھاس کھانے دیا کر۔

شیر نے کہا سچ کہتے ہو کہ مکر ہے۔میں تم لوگوں کے قول وفعل سے تباہ ہوں۔تم نے وہ حدیث نہیں سنی "مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس قول کا قائل ہوں۔سب نے کہا اے سردار! احتیاط کو چھوڑ کیونکہ وہی ہوتا ہے جو تقدیر میں ہو۔شور وشر نہ کر توکل کر خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر۔

شیر نے کہا بیشک توکل اچھی چیز ہے لیکن اسباب اختیار کرنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے۔انہوں نے بلند آواز سے فرمایا ہے کہ پہلے اونٹ کے پاؤں باندھو پھر توکل کرو۔توکل ضرور کرنا چاہیے لیکن سبب کو ضرور کام میں لاؤ۔توکل کی وجہ سے سُست نہ بن جاؤ۔کوشش کے ساتھ توکل کرو۔اگر تم کوشش سے باز رہے تو تم بے وقوف ہو۔

جانور بولے کوشش تو کمزور لوگوں کا کام ہے۔توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے۔رضا وتسلیم سے زیادہ محبوب کون سی چیز ہے۔

شیر نے اُن سے کہا کہ اگر ہر روز اُس کا حصہ پہنچتا رہا تو وہ دوبارہ تقاضا نہ کرے گا۔سب جانور بحث مباحثہ میں لگے ہوئے تھے۔آخر اُن میں فیصلہ ہوا کہ قرعہ اندازی ہو اور جس کا نام قرعہ میں نکلے وہ شیر کا لقمہ بنے۔سب نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور اس پر عمل جاری ہوگیا۔

جب خرگوش کی باری آئی تو وہ بولا ظلم کب تک چلے گا؟ قوم نے کہا ہم نے عہد کیا ہوا ہے اور بہت سوں نے اس وجہ سے اپنی قربانی پیش کی ہے۔اسے جھگڑالو! ہمیں بدنام نہ کر۔جلدی جاورنہ شیر ناراض ہو جائے گا۔اُس نے جواب دیا اے یارو! ذرا مجھے مہلت دو ہو سکتا ہے

میری تدبیر کی وجہ سے تم سب مصیبت سے بچ جاؤ۔

جانور کہنے لگے اے خرگوش! جو کچھ تیری سمجھ میں آیا ہے تو جلدی بتا کہ تیرا کیا مقصد ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا۔ خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی اور خود تدبیر سوچ لی۔ خرگوش نے شیر کے پاس جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی۔ شیر غصے سے زمین پر پنجے مار رہا تھا اُس نے کہا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ان کمینوں کا عہد کچا ہو گا۔ ان کے مکر نے مجھے مار ڈالا۔ کہہ رہا تھا کہ میں اُن کی چمڑی اُدھیڑ دوں۔

خرگوش بہت دیر کے بعد راستے پر پڑا تا کہ شیر کے کان میں ایک راز بیان کرے۔

شیر بولا اے ناخلف! میں بڑے بڑے جانور چیر پھاڑ دیتا ہوں، ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ ہمارے حکم کو ٹال دے۔

خرگوش نے کہا جان کی بخشش چاہتا ہوں۔ میرا ایک عذر ہے اگر تو اجازت دے تو کہوں تو بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں۔

شیر بولا کیا عذر ہے؟ اُس نے کہا اے بادشاہ! میں نالائق ہوں تو اسے لائق سمجھ کر عذر سن لے اپنے مرتبے کے صدقے میں۔ میں صحیح وقت پر اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ تیری طرف روانہ ہوا راستے میں ایک اور شیر نے ہم دونوں کو شکار کرنے کا قصد کیا اور جھپٹا۔ میں نے کہا ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ وہ بولا شہنشاہ کون ہوتا ہے؟ میں تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ کھاؤں گا۔ میں نے کہا میں اپنے بادشاہ کو اطلاع کر دوں کہ اُس نے میرے ساتھی کو یرغمال بنالیا ہے۔ میرا ساتھی مجھ سے بھی تین گنا موٹا تھا۔ اُس شیر کے روکنے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ ہاں آپ آئیں اور اس بے شرم کو دفع کریں۔

شیر نے کہا میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟ تو آگے آگے چل تا کہ اگر یہ جھوٹ ہے تو تجھے سزا دوں۔ خرگوش رہبر کی طرح آگے آیا تا کہ اُس کو اپنے جال کی طرف لے جائے۔ اُس نے ایک گہرے کنویں کو شیر کی جان کا جال بنا رکھا تھا۔ اُس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا۔ عجب خرگوش تھا کہ شیر کو اُچک لے گیا۔

کنویں کے پاس آ کر خرگوش جو کہ پہلے آگے آگے جا رہا تھا پیچھے ہٹا۔ شیر نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا ہے؟ آگے بڑھ۔ خرگوش بولا ڈر کے مارے میرا رنگ زرد ہو رہا ہے۔

خرگوش نے پھر کہا کہ وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے اور میرا دوست اُس کے پاس ہے۔ اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے تو میں کنویں تک تیرے ساتھ جا سکتا ہوں۔ شیر نے خرگوش کو اپنی بغل میں لے لیا۔ جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا تو شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا ہی عکس دیکھا اور اُس کو اپنا دشمن سمجھ کر خرگوش کو چھوڑ دیا اور خود کنویں میں کود گیا۔ اس کنویں میں جو اُس نے خود ظلم کر کے کھودا تھا۔

خرگوش اپنی رہائی پر خوشی خوشی اپنی قوم کی طرف بھاگا۔ سب جانور خرگوش کے گرد جمع ہو گئے اور وہ شمع کی طرح اُن کے درمیان بیٹھا تھا اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کارنامہ تو نے کیسے سرانجام دے دیا؟ اُس نے جواب دیا دوستو! خدا کی تائید تھی ورنہ خرگوش کی اس دنیا میں کیا حیثیت ہے۔ اُس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا اور دل کے نور نے ہاتھوں اور پیروں کو طاقت دی۔ لیکن دشمن کے مرنے پر خوش نہیں ہونا چاہیے کہ ہم نے بھی کل کو مرنا ہے۔ (انوار العلوم ص:170)

سبق:

ظالموں کا ظلم ایک اندھیرا کنواں ہوتا ہے ۔ جو جتنا زیادہ ظالم ہے اُس کا کنواں اتنا ہی زیادہ گہرا ہے ۔ اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے تو سمجھ لے کہ اتھاہ کنویں میں جا رہا ہے ۔ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے گرد تار نہ تن، کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ ۔ اگر تو ہاتھی ہے تو غرور نہ کر طیرا ابابیل کی سزا تیرے لیے تیار ہے ۔ اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے تو آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے ۔

۷۔ قیصر روم کا ایلچی

قیصر روم کا ایلچی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آیا اور لوگوں سے پوچھا کہ خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ تا کہ میں اپنا گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں ۔ لوگوں نے کہا اُس کا کوئی محل نہیں ہے ۔ اگر چہ وہ سردار ہے لیکن فقیروں جیسی جھونپڑی میں رہتا ہے ۔ ایسی باتیں سنیں تو ایلچی اور زیادہ مشتاق ہو گیا ۔ سوچنے لگا ایسا آدمی بھی دُنیا میں ہو گا کہ جو جسم میں جان کی طرح دُنیا سے پوشیدہ ہے ۔

ایک بدو عورت نے اس اجنبی کو دیکھ کر کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس کھجور کے درخت کے نیچے ہیں ۔ تو اُس درخت کے نیچے مخلوق سے جُدا خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ ۔ وہ اُس جگہ آیا اور دُور کھڑا ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دیکھ کر کپکپی میں مبتلا ہو گیا اور اُس پر اللہ کی طرف سے ایک اچھی حالت طاری ہو گئی ۔ محبت اور ہیبت دونوں ضدوں کو اُس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا ۔ اپنے آپ سے کہا میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں لیکن اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے ہیں ۔ میں بڑے بڑے شکاری جانوروں سے لڑا ہوں ۔ شیر کی طرح جنگوں میں لڑا ہوں ۔ بہت سے زخم کھائے اور لگائے لیکن میرا دل ہمیشہ قوی رہا ۔ یہ شخص بغیر ہتھیار کے زمین پر سویا پڑا ہے لیکن میں لرز رہا ہوں ۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ کسی مخلوق کی ہیبت نہیں ہے بلکہ خدا کی ہیبت ہے ۔ جو شخص اللہ سے ڈرا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا، اُس سے جن اور انسان ڈرتے ہیں ۔ ایک گھنٹہ انتظار کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اُٹھے ۔ اُس نے اُن کو سلام کیا اور تعظیم دی ۔ اُنہوں نے اُسے پاس بلایا اور مطمئن کیا ۔ اُس کے دل کا ڈر جاتا رہا ۔ اُس گھبرائے ہوئے کو انہوں نے خوش کر دیا ۔

اس کے بعد اُنہوں نے اُس سے باریک باتیں کیں جو کہ اللہ پاک کی صفات کے بارے میں تھیں اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں تا کہ وہ حال اور مقام کو سمجھ سکے ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایلچی کی طبیعت کو اَسرار کا طالب پایا اور معلوم کیا کہ وہ استعداد رکھتا ہے تو پاک بیج پاک زمین میں بو دیا ۔

ایلچی نے پوچھا کہ رُوح عالم بالا سے زمین پر کیوں آ گئی اور لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح پر افسوں (دم) اور افسانے پڑھ دیئے ۔ ایلچی کا امیر المومنین سے رُوحوں کی ان تمام باتوں کے بعد ایلچی کے دل میں روشنی پیدا ہو گئی ۔ اُس نے اصل کو معلوم کر لیا اور فروع کو چھوڑ دیا اور حکمت کی بات پوچھی کہ روح جیسی مصفّٰی چیز کو جسموں میں قید کرنے میں کیا حکمت ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا انسان معنی اور آواز جیسی آزاد چیزوں کو لفظوں میں قید کر دیتا ہے تو اس میں اُس کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے ۔ تو جو ذات خود فائدوں کی خالق ہے تو اُس کے افعال میں بھی ضرور حکمت ہے ۔ رُوح کو قید کرنے کے لاکھوں فائدے ہیں

اور اُن میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بہتر ہے۔ اگر انسان کا کلام فائدے سے خالی نہیں، جو کہ جز ہے تو کُل کے کُن کہنے کا کلام فائدے سے خالی کیسے ہوگا؟ بولنے سے اگر فائدہ نہ ہو تو بولنا چھوڑ دے اور اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکر گزار بن جا۔ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہوتا اور مفید سوال بھی اعتراض کی صورت میں نہیں بلکہ شکر گوئی کے طریقے پر ہونا چاہیے۔ کیونکہ انسانوں کا شکر گزار ہی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے اور دراصل انسان کا شکر گزار ہونا اللہ کا شکر گزار ہونا ہے۔

اس جگہ پہنچ کر ایلچی شاہ بن گیا اور اللہ کی قدرت پر فریفتہ ہو گیا۔ نہ اس کو سفارت یاد رہی اور نہ پیغام۔ قطرہ فنا ہو کر سیلاب بن گیا۔

سبق:

جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے۔ (انوار العلوم۔ ص:179)

۸۔ طوطی کا پیغام

ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی جو کہ پنجرے میں قید تھی۔ ایک دفعہ سوداگر نے ہندوستان جانے کا قصد کیا اور گھر میں سے ہر ایک سے پوچھا کہ واپسی پر اُس کے لیے کیا لائے؟ ہر ایک نے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے طوطی سے بھی پوچھا کہ کیا سوغات چاہتی ہے؟ تو طوطی نے کہا کہ وہاں میری ساتھی طوطیاں ہوں گی، اُن کو میرا حال بیان کر دینا کہ وہ طوطی تمہیں ملنے کے لیے مشتاق ہے اور قید سے رہائی کی تدبیر اور رہنمائی چاہتی ہے۔ اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو کیا کرے برے کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہیے؟ پھر تم میں اور مجھ میں فرق کیا رہا۔

سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا اور وہ ہندوستان میں پہنچا تو جنگل میں اس نے چند طوطیوں کو دیکھا اور اُن تک امانت پہنچا دی۔ پیغام سنتے ہی اُن میں سے ایک طوطی کانپنے لگی۔ گری اور دم توڑ دیا۔ سوداگر بہت پریشان ہوا کہ بلا وجہ ایک پرندے کی ہلاکت کا باعث بنا۔ اُسے اپنی زبان پر بہت افسوس ہوا کہ اُسے نقل یا شیخی کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ لفظ کے منہ سے نکلنے سے کبھی کبھی بہت نقصان ہو سکتا ہے۔

سوداگر نے واپسی پر ہر ایک کی سوغات اُس کے حوالے کی۔ طوطی نے کہا میرا تحفہ کہاں ہے؟ وہ بولا کہ تمہارا پیغام دے کر میں اب تک پچھتا رہا ہوں۔ اُس نے پوچھا کس بات سے آپ کو شرمندگی ہوئی؟ وہ بولا جب میں نے تمہارا پیغام طوطیوں کو سُنایا تو ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس زیادہ ہوا۔ وہ اچانک کپکپائی اور مر گئی۔ بعد میں میں شرمندہ ہوا کہ میں یہ بات نہ کہتا تو بہتر تھا۔ ناحق طوطی کی جان گئی۔

جب اس طوطی نے سنا کہ اس طوطی نے کیا کیا وہ پھڑ پھڑائی گری اور ٹھنڈی ہو گئی۔ مالک نے جب اُسے اس طرح پڑا دیکھا تو تڑپ گیا۔ اور روتے ہوئے بولا اے طوطی! تجھے کیا ہوا؟ اے میری زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے۔ تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی۔ پوشیدہ طور پر خواجہ پریشانی اور غم کی وجہ سے عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا اور ڈوبنے والے کی طرح پر تنکے کو ہاتھ مارتا تھا کہ کوئی اس کی دستگیری کرے۔

اس نے طوطی کو پنجرے سے نکال کر باہر پھینکا تو وہ اُڑ کر شاخ پر بیٹھ گئی۔ سوداگر اس کی اس حرکت سے حیران ہو گیا اور پوچھا اس طوطی نے تجھے کیا سبق دیا تو نے تدبیر سے میری آنکھیں بند کر دیں۔ طوطی بولی اُس نے مجھے سبق دیا کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید میں ڈالا ہے۔ اس لیے اگر نجات حاصل کرنی ہے تو میری طرح مردہ بن جا۔

سبق:

اس دُنیا میں جس نے اپنے ظاہری حسن اور کروفر کو بڑھانے کی کوشش کی سینکڑوں آفتوں نے اُس کی طرف رُخ کیا۔غصہ،حسد رشک،شہوت اُس کو اپنی طرف کھینچیں گے۔دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔انسانوں سے خلوت اختیار کر اور اللہ سے دوستی جوڑ۔اگر تو اُس کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو آگ اور پانی تیرے سپاہی بن جائیں گے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔(انوارالعلوم۔ص:186)

۹۔سارنگی ساز

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک سارنگی بجانے والا بڑی شان سے رہتا تھا۔اس کی آواز مجلسوں کو آراستہ کرتی تھی اور مردوں میں جان ڈال دیتی تھی۔سارنگی والا بوڑھا ہوگیا تو اس کی تمام جسمانی قوتیں جواب دے گئیں۔اُس کی کمر ٹیڑھی ہوگئی اور آواز گدھے جیسی ہوگئی۔بوڑھا کمزوری کی وجہ سے روٹی کا محتاج ہوگیا۔پھر اُس نے صدق دل سے اللہ کے حضور زاری کی کہ میں ساری عمر گناہ کرتا رہا لیکن پھر بھی تیری عطا میں کمی نہ آئی۔اب میں تیرا مہمان ہوں تیرے لیے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ میں تیرا غلام ہوں اور پھر وہ مدینے کے قبرستان میں جا کر سارنگی بجاتا رہا اور روتا رہا اس امید پر کہ اللہ کریم کھوٹے سکے بھی عمدگی سے قبول کرتا ہے۔روتے روتے اُسے نیند آ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نیند طاری کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز آئی کہ میرا ایک محترم بندہ قبرستان میں ہے اس کی ضرورت کو پورا کر اور بیت المال سے سات سو دینار اُس کے لیے لے جا اور کہہ جب یہ ختم ہو جائیں تو اور لے جانا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آواز کی ہیبت سے اُٹھے اور قبرستان کی طرف دوڑے لیکن اُس بوڑھے کے سوا کسی کو وہاں نہ پایا۔انہوں نے سوچا اللہ پاک نے فرمایا ہے ہمارا ایک پاک اور بابرکت بندہ ہے اور یہ سارنگی نواز کیسے مقرب ہوسکتا ہے پھر قبرستان کا چکر لگایا لیکن بوڑھے کے علاوہ وہاں کوئی نہ تھا۔جب اُن کو یقین ہوگیا کہ بوڑھے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تو ادب سے اُس کے پاس آئے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آئی تو بوڑھا اُٹھ بیٹھا۔اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اُس کے زرد چہرے کو دیکھا تو کہا کہ مجھ سے خوف نہ کھا۔میں تو تیرے لیے خوشخبری لایا ہوں کہ اللہ نے تجھے سلام کہا ہے اور تیرا حال پوچھا ہے۔اُسے رقم دی اور کہا اسے خرچ کر اور پھر اسی جگہ آجانا۔

یہ سب سنا تو بوڑھا کانپ گیا۔شرم سے پانی پانی ہوگیا۔اُس کا درد حد سے بڑھ گیا اور وہ خوب رویا۔سارنگی کو زمین پر مار کر ریزہ ریزہ کر دیا کہ اے کم بخت! تو ستر سال تک میرے اور میرے رب کے درمیان پردہ بنی رہی۔اے خدا! مجھے معاف فرما تو عطا کرنے والا ہے میں نے اپنی ساری عمر ضائع کر دی ہے۔میں نے اپنی عمر سے انصاف نہیں کیا۔میں اپنا انصاف اُس کے سوا کسی سے حاصل نہیں کرسکوں گا جو میری ذات سے بھی زیادہ میرے قریب ہے۔اب میری ہستی مجھ سے گم ہوگئی ہے تو میں اُسے دیکھ رہا ہوں اور اسی طرح رو رو کر وہ اپنے گزشتہ ستر سال کے گناہ گن رہا تھا اور مغفرت مانگ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا کہ یہ تیرا رونا بھی تیرے ہوش کی علامت ہے۔ اس کے بعد اُس کو اس حالت ہٹایا اور استغراق کی طرف لائے۔

سبق:

باز آ، باز آ، ہر آنچہ ہستی باز آ	(اے میرے بندے واپس آجا، واپس آجا، تو جو کوئی بھی ہے لوٹ کے آجا)
گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ	(چاہے تو کافر ہے، یہودی ہے۔ بت پرست ہے، لوٹ آ)
ایں درگہ ٔ ما درگہ ٔ نومیدی نیست	(یہ ہماری بارگاہ نا امید اور مایوس ہونے کی جگہ نہیں ہے)
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ	(تو نے اگر سو بار بھی توبہ توڑی ہے پھر بھی لوٹ آ)

(رباعی حضرت ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)

۱۰۔عورت کا مشورہ

ایک رات بدو عورت نے شوہر سے کہا ساری دنیا خوش ہے اور ہم محتاجی کی سختیاں جھیل رہے ہیں۔ نہ ہمارے پاس کچھ کھانے کو ہے نہ پینے کو نہ پہننے کو نہ اوڑھنے کو۔ ہماری فقیری فقیروں کے لیے بھی باعث ذلت ہے۔ ہر اپنا پرایا ہم سے گریزاں ہے۔ اگر کوئی مہمان ہمارے پاس آجائے تو میں رات کو سوتے میں اُس کی گدڑی اُتار لوں۔ ہم کب تک اس ذلت کو برداشت کرتے رہیں گے۔؟

شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو آمدنی کی کب تک جستجو کرتی رہے گی؟

عورت بولی تو عزت کا شیدائی ہے تو تکبر کی بات کرتا ہے۔

مرد بولا اے بیوی فقر باعث فخر ہے اور کسی میں کوئی عیب ہو بھی تو اُسے ننگا نہیں کرنا چاہیے۔

بدو نے بیوی سے کہا فقر تو رحمت ہوتا ہے۔ تو دو دن فقر کو آزمالے تاکہ فقر کے ذریعے تجھے دوگنی غنا نظر آئے۔ تو فقر پر صبر کر لے اور اپنا رنج بھول جا کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے۔

عورت نے مرد کے غصے کو دیکھا تو رونے لگی۔ یہ بھی تو اس کا ایک جال ہے۔ وہ بولی میں تمہاری بیوی ہوں۔ میرا سب کچھ تیرا ہے۔ اگر فقیری سے میرا دل اُکھڑا ہے تو صرف تیرے لیے۔ تو میرا جیون ساتھی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تو بے سروسامان رہے۔ میں تو مجھ پر قربان ہو جانا چاہتی ہوں۔ میں سونے چاندی پر خاک ڈالتی ہوں۔ میرا سکونِ دل تو تو ہے۔ وہ وقت یاد کر جب میں بت تھی، تو پجاری۔ میں اب تیری مرضی کے بغیر کچھ نہ کروں گی۔ تو میرے ساتھ فراق کی بات نہ کر۔ اُس کے رونے اور آہ وزاری سے مرد کا دل پگھل گیا۔ اُس کی بارش سے ایک بجلی چمکی اور مرد کے دل پر گری۔

خاوند نے بیوی سے پوچھا کہ اب بتا میں کس طرح روزی حاصل کروں؟

عورت نے کہا! بغداد میں اللہ کا خلیفہ حکومت کر رہا ہے۔ تو کسی طرح اُس سے وابستہ ہو۔

مرد نے پوچھا بادشاہ کے یہاں مقبول کیسے ہوا جاتا ہے؟ اور میں کس ذریعے سے اُس کے پاس پہنچوں؟ کوئی تعلق یا تدبیر چاہیے

کیونکہ کوئی پیشہ بغیر اوزار کے کیسے چلے گا؟

عورت بولی جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جا اور کہنا ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگر چہ اُس کا خزانہ جواہرات سے بھرا ہوا ہے لیکن اُس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا۔

مرد یہ تحفہ لے کر چلا اور سفر پر روانہ ہو گیا اور بادشاہ سے ملا۔ جب خلیفہ نے اُس کے حالات سنے تو مٹکے کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا اور حکم دیا کہ یہ واپس لوٹے تو اسے پوری بے نیازی کے باوجود دجلہ کی جانب لے جانا کیونکہ وہ خشکی کے راستے آیا ہے اور دجلہ کا راستہ قریب ہوگا۔ خادموں نے ایسے ہی کیا اور وہ ساری گزشتہ تکالیف کو بھول گیا جب اُس نے دجلہ کو دیکھا تو شرم سے جھک گیا۔ عاجزی سے بولا اے لکھ بخش بادشاہ! تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تو پانی کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا ہے۔ (انوار العلوم ص:185)

سبق:

ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بدو کے پانی کی طرح ہیں۔ جنہیں ہم اپنے زعم میں بہت قیمتی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ اس ذات کی عبادت کا حق کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اس کا فضل ہے کہ وہ انہیں قبول کر لیتا ہے ورنہ یہ ہمارے منہ پر مارنے کے لائق ہیں۔

۱۱۔تکلیف

ایک قزوینی نائی کے پاس گیا کہ میرے جسم پر غضبناک شیر گود دے۔ میں چاہتا ہوں کہ شیر گدوا کر رزم و بزم میں پختہ کار نظر آؤں۔ نائی نے جب سوئیاں چبھونی شروع کیں تو تکلیف محسوس کرنے لگا اور چلانا شروع کیا۔ پوچھا کہ پہلے کیا بنا رہے ہو؟ نائی نے کہا دم بنا رہا ہوں۔ اس نے کہا دم نہ بنا شیر بغیر دم کے بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو عضو بھی وہ بنانے لگتا وہ اُسے روک دیتا کہ یہ نہ بنا۔ جب ہر عضو کے بنانے پر اُس نے انکار کیا تو نائی متعجب ہوا اُس نے سوئی پھینک دی اور بولا دُنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہوگا کہ بے دم بے سر اور بے پیٹ کوئی شیر ہو۔ اگر تو سوئی چبھنے کی تکلیف برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر۔ (انوار العلوم:ص:219)

سبق:

جو شخص کامیابی کے حصول کی خاطر تکلیف نہیں اٹھا سکتا وہ کامیابی سے ہمکنار بھی نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔فنائیت کا کمال

شیر، بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لیے پہاڑ پر پہنچ گئے تا کہ مل جل کر کوئی شکار گرفت میں لائیں۔ شیر کے لیے شکار میں بھیڑیئے اور لومڑی کو ساتھ لینا باعث عار ہے۔ لیکن اُن کی عزت افزائی کے لیے اُن کو ساتھ رکھا۔ انہوں نے ایک پہاڑی گائے ایک بکرا اور خرگوش شکار کئے۔ اُن میں بھیڑیئے اور لومڑی کی خواہش تھی کہ یہ انصاف سے تقسیم ہو۔ شیر پر ان دونوں کے لالچ کا اثر پڑا۔ شیر نے کہا اے بھیڑیئے! انصاف کی رسم تازہ کر تقسیم کرنے میں تو میرا قائم مقام بن جا تا کہ معلوم ہو جائے کہ تم میں کتنا جوہر ہے۔

بھیڑیا بولا یہ گائے آپ کا حصہ ہے کیونکہ آپ بڑے اور شہ زور ہیں۔ بکری میری ہے کیونکہ میں متوسط ہوں اور لومڑی خرگوش لے لے۔

شیر نے بھیڑیئے سے کہا کیا بکتا ہے؟

جب میں موجود ہوں تو تُو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے میرے ہوتے ہوئے تو خود کو دیکھتا ہے آگے آ۔ وہ آگے آیا تو اُسے پنجہ مارا اور پھاڑ ڈالا اور سزا میں اُس کی کھال کھینچ لی اور کہا جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا اور تو نے میرے سامنے خود کو فانی نہ کیا تو مجھے قتل کر دینا ضروری ہے۔ شیر نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا پھر شیر نے لومڑی کا رُخ کیا اور بولا شکار کو تقسیم کر دے۔

لومڑی عاجزی سے بولی یہ نیل گائے آپ کا ناشتہ ہے بکری دوپہر کے لیے اور خرگوش شام کی یخنی کے لیے۔

شیر بولا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا تو نے ایسا انصاف کہاں سے سیکھا؟

وہ بولی اے دُنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے۔

شیر بولا جب تو مجسم ہمارے لیے ہوگئی ہے تو ہم تیرے ہیں اور یہ سب شکار تیرے لیے ہیں۔ جب تو نے بھیڑیئے کے حال سے عبرت حاصل کر لی ہے تو تو لومڑی نہیں بلکہ میرا شیر بن گیا ہے۔

عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کرلے۔ لومڑی نے شکر کیا کہ مجھے شیر نے بھیڑیئے کے بعد بلایا۔ (انوار العلوم۔ ص:223)

سبق:

ایک ہی دریا میں رہتے ہوئے مگرمچھ سے بیر رکھنا عقلمندی نہیں، وقت کی نزاکت کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ انجام بھیڑیئے جیسا ہوگا۔

۱۳۔ آئینہ

ایک مہربان دوست حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لیے آیا جو کہ ان کے بچپن کا ساتھی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن کے حالات و واقعات کے بارے میں گفتگو کی کہ انسان کو ترقیوں تک پہنچانے کے لیے اللہ انسان کو مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ گفتگو کرتے کرتے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ آزمائشوں سے گزار کر اللہ کریم نے مجھے عزیز مصر بنا دیا ہے۔ پھر پوچھا کہ میرے لیے کیا سوغات لائے ہو؟ کیونکہ خالی ہاتھ دوستوں کی زیارت بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن مخلوق سے پوچھے گا حشر کے دن کے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟ کیا تمہیں واپس لوٹنے کی اُمید نہیں تھی۔ جس کی مہمانی کے وعدے کا تو منکر ہے اُس کے باورچی خانے سے راکھ کھائے گا۔ اگر تو منکر نہیں ہے تو دوست کے پاس خالی ہاتھ کیوں آیا ہے؟

سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر دے اور اُس کی ملاقات کے لیے سوغات لے جا۔ صبح سویرے توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تحفہ دکھانے کے لیے کہا۔ اُس نے جواب دیا میں نے آپ کے لیے موزوں تحفہ ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی لیکن میری نگاہ میں کوئی تحفہ جچا نہیں کیونکہ آپ کی شان کے لائق ڈھونڈنا میرے لیے مشکل ہوگیا۔ پھر آپ کا حُسن کہ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اُس کے لیے آئینہ سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا، جو سینہ کے نور کی طرح صاف شفاف ہوتا کہ اُس میں آپ اپنے حسن کو دیکھیں۔ (انوار العلوم۔ ص:225)

سبق:

اپنی کمی خود نظر نہیں آتی اور آئینہ میں یہ کمال ہے کہ وہ ہماری کمی کو دکھاتا ہے لیکن بغیر کسی دوسرے کو بتائے (یعنی غیبت نہیں کرتا) اور صرف کمی ہی کو دکھاتا ہے نہ کہ طعن و تشنیع کرتا ہے۔ایک مؤمن کو آئینہ سے سبق لینا چاہیے۔

۱۴۔بلعم باعور

بلعم باعور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا ایک بہت عبادت گزار تھا شہر کنعان کا رہنے والا تھا۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کنعان پر چڑھائی کی تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ دُعا کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج پسپا ہو جائے۔وہ راضی ہو گیا، اُس پر اُس کا دین و ایمان بھی گیا اور نہایت ذلیل ہوا۔ایسا موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کی وجہ سے ہوا۔پہلے اُس کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہو جایا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے اُس میں غرور و تکبر پیدا ہوا۔اُس کو اور شیطان کو اللہ نے بُرائی میں مشہور کر دیا تاکہ لوگ اُن سے عبرت حاصل کریں۔

یاد رکھو! جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لیے ذبح کیا جا سکتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی خاطر نافرمان انسانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کائنات میں آسمانوں اور زمینوں کی حیثیت اُس کے نزدیک تنکے سے زیادہ نہیں ہے۔جس طرح سمندر تنکے پر اثر انداز ہے۔اسی طرح حضرت حق زمینوں اور آسمانوں پر حاکم ہے۔جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائے گا تو اس قدر جلدی تاثیر کرے گا جیسے آگ پھونس میں کرتی ہے۔(انوار العلوم۔ص:228)

سبق:

مقربین بارگاہ الٰہی کے خلاف کام یا دعا تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

۱۵۔ایک بہرہ

ایک بہرے کو معلوم ہوا کہ اس کا پڑوی بیمار ہے۔بہرے نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے بیمار پرسی کے لیے جانا چاہیے لیکن میں اُس کی آواز تو سُن نہیں سکوں گا ہاں اُس کے ہونٹوں کی جنبش سے قیاس کرلوں گا کہ وہ کیا کہتا ہے۔جب میں پوچھوں گا دوست کیسے ہو؟ تو وہ کہے گا اچھا ہوں، میں کہوں گا شکر ہے۔پھر میں پوچھوں گا کیا کھایا ہے؟ وہ کہے گا شوربہ۔میں کہوں گا مناسب ہے۔پھر میں پوچھوں گا معالج کون ہے؟ تو وہ کسی کا بتائے گا میں کہوں گا کہ وہ آتا ہے تو تیرا کام اچھا ہو جائے گا وہ جہاں جاتا ہے حاجت روا بن جاتا ہے۔

یہ سوچ کر وہ بیمار کے پاس گیا اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا کیسے ہو؟ وہ تکلیف میں تھا بولا مر رہا ہوں۔بہرے نے اٹکل لگائی کہ شکر ہے لیکن وہ تو ٹیڑھی لگی۔پھر پوچھا کیا کھایا ہے؟ وہ بولا زہر۔بہرا بولا بہت اچھی دوا ہے۔مریض اور تنگ ہو گیا۔معالج کا پوچھا تو وہ بولا ملک الموت۔بہرا بولا تمہیں مُبارک ہو وہ بہت خوش قدم ہے میں ابھی اُس کے پاس سے تیرے پاس آیا ہوں اور اس نے تیری خبر گیری کرنے کو کہا ہے۔بہرا خوش خوش اپنے گھر لوٹا۔بولا شکر ہے میں نے اُس کا حق ادا کر دیا۔بہرے پن کی وجہ سے اُس کا گمان اُلٹا تھا کہ

خالص نقصان کو نفع سمجھا۔ وہ خوش تھا کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کر دی۔ مریض کہہ رہا تھا کہ یہ تو میری جان کا دشمن تھا۔ وہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ چونکہ اُس میں صبر کا مادہ نہ تھا تو وہ چاہ رہا تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا ہے میں اُسی پر پلٹ دوں۔ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لیے ہوتی ہے یہ تو اس نے عداوت کی ہے۔

بہت سے انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کی امید رکھتے ہیں، لیکن وہ چھپی ہوئی گناہگاری ہوتی ہے۔ اس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا کہ اُس نے نیکی کی ہے حالانکہ وہ بُرائی تھی۔ اُس نے (اپنی دانست میں) نیکی سے مریض کے دل میں آگ بھڑکا دی۔ (انوار العلوم۔ص:229)

سبق:

بعض اوقات قیاس گلے میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ بہرے کے گلے میں پڑ گیا، لہٰذا قیاس سے بچیں۔

۱۶۔نقاشی کا مقابلہ

چینیوں اور رومیوں میں نقاشی کے مقابلہ پر تکرار ہوئی۔ بادشاہ نے کہا میں تمہارا امتحان لوں گا۔ وہ دونوں گروہ اپنے اپنے فن میں ماہر تھے۔ آمنے سامنے کے دو گھر دونوں کو دے دیئے گئے۔ چینیوں نے بادشاہ سے طرح طرح کے رنگ طلب کئے۔ بادشاہ نے خزانہ کھول دیا۔ رومیوں نے کہا نقش نگاری میں کوئی رنگ کام نہیں آئے گا سوائے زنگ صاف کرنے کے۔ رومیوں نے دروازہ بند کیا اور متصل دیوار کو مانجھنے لگے تاکہ آسمان کی طرح صاف ہو جائے۔ یاد رکھو رنگا رنگی (عالم کثرت) سے بے رنگی (عالم وحدت) کی طرف راستہ ہے۔ رنگ ابر کی طرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے۔ تو ابر میں جو چمک اور روشنی دیکھتا ہے وہ ستاروں چاند اور سورج کی سمجھ۔

جب چینی اپنے کام سے فارغ ہوئے تو انہوں نے خوشی سے ڈھول بجائے۔ بادشاہ آیا اور اُس نے وہ نقش دیکھے جو عقل کو دنگ کر رہے تھے۔ اُس کے بعد بادشاہ رومیوں کی طرف آیا اور پردہ اُوپر کھینچا گیا تو چینیوں کی تصویروں کا عکس صاف دیواروں پر پڑا۔ بادشاہ نے جو وہاں دیکھا، یہاں اُس سے بہتر نظر آیا۔

رومی! وہ صوفی ہیں جنہوں نے بغیر کسی قیل وقال کے اپنی لوح دل پر علوم الٰہیہ کو منعکس کر لیا ہے۔ دل وہ آئینہ ہے کہ جب صاف ہوتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔ جب انہوں نے لالچ، حرص، بخل اور کینہ سے اپنے سینے کو صاف کر لیا تو وہ غیب کی صورتوں کو قبول کرنے والا بن گیا۔ دل کے آئینے کی کوئی حد نہیں ہے۔ اُس میں سے وہ عرش، زمین، دریا، آسمان ہر شے کو دیکھ سکتا ہے۔

عقل اس جگہ خاموش ہے یا گمراہ کرتی ہے۔ قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے کسی حجاب کے بغیر اس میں نظر آتا ہے۔

انہوں نے علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا اور معنی کے مغز کو پکڑ کر عین الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا۔ موت جس سے سب خوفزدہ ہیں یہ لوگ اُس پر ہنستے ہیں کیونکہ اُن کے دل پر موت کا قابو نہیں ہے۔ ضرر سیپ کو پہنچتا ہے موتی کو نہیں۔ وہ لوگ خدا کی سچائی کی نشست گاہ پر جا بیٹھتے ہیں۔ وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں۔ نشان کیا بلکہ وہ تو عین اللہ کا دیدار ہیں۔ (انوار العلوم۔ص:232)

سبق:

رومیوں کا طریق مثل صوفیاء کے ہے جو کہ آئینہ دل کو رگڑ رگڑ کر صاف کرتے ہیں۔ مصفیٰ دل میں دوسروں کے احوال وواردات خود بخود ظاہر ہوجاتے ہیں۔ دل کو صاف کرنے کا طریقہ اللہ کا ذکر ہے۔

۱۷۔راز

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

انہوں نے عرض کیا مؤمن بندہ ہونے کی حالت میں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اُس کی علامت بتاؤ؟

اُنہوں نے عرض کیا میں روزہ کی وجہ سے دنوں پیاسا رہا ہوں اور عشق وسوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں، یہاں تک کہ دنیاوی اشیاء سے مجھے کچھ تعلق نہ رہا اور اللہ کا قرب حاصل رہا، وہاں تمام ملتیں ایک ہیں اور لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں لگتے ہیں۔ وہاں ازل اور ابد میں وحدت ہے اور گم ہوجانے کی وجہ سے وہاں عقل کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس راستے کا تحفہ کہاں ہے لاجو اس دُنیا کے رہنے والوں کی فہم وعقل کے مناسب ہو؟

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں تو میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں۔ جنت اور دوزخ اس طرح میرے سامنے ہوتے ہیں، جیسے پجاری کے سامنے بت۔ میں لوگوں کی حالت کو جدا جدا پہچانتا ہوں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا میں ہر عورت اور مرد کو قیامت کے دن کی طرح صاف دیکھتا ہوں بتادوں یا خاموش رہوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہونٹوں کو دبائے رکھ۔

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا حق کا سورج اور راز ل کا آفتاب کبھی بغل میں سمایا ہے؟ اُس کو روکا نہیں جاسکتا، اُس کے سامنے نہ جنوں ٹکتا ہے نہ عقل۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کی دوصورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُس چیز کو چھپادیا جائے، دوسرے یہ کہ اپنی آنکھ بند کرلی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری طرح کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی آنکھ پر اگر تو ایک انگلی رکھ لے تو دنیا کو سورج سے خالی پائے گا۔

یہی اللہ کی پردہ پوشی کی مثال ہے۔ صرف ایک پھولا اگر آنکھ کی پتلی پر ہو تو دنیا کو چھپادیتا ہے۔ انسان نے دنیا کو سحر کرلیا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اُس پر جہاز رانی کرتا ہے تو جب یہ مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی تو قابو میں رکھو اور لب بہ بند رہو، دل پر قابو حاصل کرو اور اُس کے مکاشفات کو ظاہر نہ کرو اور غور کرو کہ اگر اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنادیا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔ جنت کی نہریں زنجبیل اور سلسبیل بزرگِ بہشتی کے حکم میں ہیں۔ جب یہ ہمارے حکم میں ہیں تو یہ ہماری طاقت نہیں ہے خدا کے حکم کی وجہ سے ہے۔

(انوارالعلوم ص:233)

سبق:

؎ بشر راز دلی کہہ کر خوار ہوتا ہے نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے

۱۸۔حقیقت

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا کے سامنے سب غلاموں میں حقیر تھے۔آقا نے سب غلاموں کو اپنے پھلوں کے باغ میں بھیجا کہ پھل توڑ کر لائیں۔حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ گو سیاہ رُو تھے لیکن حکمت سے پُر تھے۔دیگر غلاموں نے جمع شدہ میووں میں سے لالچ کی وجہ سے خوب کھایا اور واپسی پر آقا سے کہا کہ میوے حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے کھائے ہیں۔آقا حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ پر بہت بگڑا اور پوچھا کہ اُس نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے آقا!خدا کے سامنے خیانت کرنے والا غلام پسندیدہ نہیں ہوتا۔آپ امتحان لے لیجئے اور اصلیت دکھانے کے لیے مسہل کا شربت پلا دیں۔ہم سب کو پیٹ بھر کر گرم پانی پلائیے اور اُس کے بعد جنگل میں ہمیں تیز دوڑائیے۔تب آپ کو بد کرداروں کا پتہ چل جائے گا۔خوف کی وجہ سے سب غلاموں کو گرم پانی پینا پڑا اور اُن کو جنگل میں اونچی نیچی جگہ پر دوڑایا۔سب کو قے آنے لگی اور جو کچھ اُن کے پیٹوں میں تھا پانی نے اُس کو باہر نکال دیا۔حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ سے صاف پانی نکلا۔

اے انسان!جب حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی یہ کرشمہ دکھا سکتی ہے تو رب کی حکمت کیا ہوگی۔جس دن سب راز جن کو ہم چھپانا چاہتے ہیں ظاہر ہو جائیں گے۔(انوارالعلوم ص:236)

سبق:

؎ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

(مرزا محمد تقی ترقی)

۱۹۔اٹل حقیقت

ایک شخص صبح سویرے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں آیا۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کیا ہوا،تم اتنے پریشان کیوں ہو؟

اُس شخص نے کہا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بڑی خوفناک نظر مجھ پر ڈالی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا اب تم کیا چاہتے ہو؟

اس شخص نے کہا کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے ہندوستان لے جائے،شاید میری جان بچ جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اسے ہندوستان میں لے جا کر چھوڑ دے۔ہوا اُسے سومنات لے گئی۔

دوسرے دن دربار لگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا آپ نے اُس مسلمان کو غصہ سے کیوں دیکھا، اس لیے کہ وہ اپنے گھر بار سے الگ ہو جائے؟

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا اے لازوال جہاں کے بادشاہ! اُس نے غلط سمجھا اور اُس کو اُس کے خیال نے غصہ دکھایا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی اُس کی جان ہندوستان سے نکالنے کو کہا تھا میں اُس کو یہاں دیکھ کر حیران ہوا اور فکر میں ڈوب گیا کہ سَو پَر ہوں، تب بھی یہ موت کے وقت پر ہندوستان نہیں پہنچ سکتا۔ میں جب حکم کے مطابق اُس کی جان لینے ہندوستان پہنچا تو میں نے اُسے وہاں پایا۔ اے انسان! دنیا کے تمام کاموں کو اس پر قیاس کرلے اور دیکھ کہ ہم کس سے بھاگیں اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے۔ ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے یہ تو تباہی ہے۔ (انوار العلوم۔ص:163)

سبق:

موت کا وقت اٹل ہے، کسی سے نہیں ٹل سکتا، اس کے لیے تیاری کرنا ضروری ہے تاکہ کامیابی حاصل ہو۔

۲۰۔ ہدہد

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے خیمہ لگایا تو تمام پرندے دوڑے ہوئے ان کے پاس آئے۔ ہر پرندہ اپنے ہنر اور عقل کے مطابق اپنی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے اس کے پیشے کی بابت پوچھا تو اس نے عرض کیا اے شاہ! ایک چھوٹا سا ہنر میرے پاس ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کون سا؟

ہدہد نے کہا جب میں بلندی پر ہوتا ہوں تو زمین کی گہرائی میں بھی پانی کو دیکھ لیتا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو ہمارا ساتھی بن تاکہ ہمارے لیے پانی مہیا کرے۔ جب کوے نے یہ سنا تو حسد کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا ہدہد جھوٹ بولتا ہے اگر اس کی نظر ایسی ہوتی تو ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال نہ دیکھ لیتی اور یہ جال میں کیوں پھنستا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا کیا تیرے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے؟

ہدہد نے عرض کیا اے بادشاہ! اس فقیر کے خلاف دشمن کی بات نہ سنیے، اگر میرا دعویٰ غلط ہے تو میرا سر جدا کر دیجیے۔ کوا چونکہ خدا کی تقدیر کا منکر ہے، قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔ میں ہوا میں جال کو دیکھتا ہوں اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کرے، جب قضا آتی ہے عقل سو جاتی ہے۔ اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھ سکتا تو میں تنہا ہی قضا کے راستے میں بے خبر نہیں ہوں۔ اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے تو قضا ہی اس کا علاج بھی کرے گی۔ (انوار العلوم۔ص:270)

سبق:

قضاوقدر کے سامنے تدابیر ایسی ہیں جیسے ریت کے گھروندے پانی کے کنارے ہوں۔اسباب کو اختیار کرنا سنت ہے اور نتیجہ مالک کے حوالے کرنا قضاوقدر ہے اور اسی پر راضی رہنے والا کامیاب مؤمن ہے۔

۲۱۔بارش

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے کیونکہ اپنے ایک دوست کے جنازے میں جانا تھا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان سے لوٹے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف گئے۔اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک اور پورے جسم مبارک کو غور سے دیکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟

تو بولیں آج بارش برسی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بالکل خشک ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سر پر کون سا کپڑا اوڑھا تھا؟

بولیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی لیے خدا نے تجھے غیبی بارش دکھائی۔وہ دوسرے ابر کی بارش تھی جو کہ خدا کی خاص رحمت سے برستی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محبت،عاجزی اور ادب سے سوال کیا کہ اے ہستی کے مغز! آج کی بارش کی کیا حکمت تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بارش اس غم کی تسکین کے لیے ہے جو آدم علیہ السلام کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے۔اگر آدمی اُس آگ میں رہتا دنیا ویرانہ بن جاتی۔انسانوں میں سے حرص نکل جاتی۔اِس عالم کا ستون غفلت ہے۔ہوشیاری اِس عالم کی آفت ہے۔ہوشیاری اُس عالم سے ہے کہ غالب آجائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے۔ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے۔اُس عالم سے یہ بارش تھوڑی رستی رہتی ہے تا کہ اس عالم سے حرص وحسد ختم نہ ہو جائے۔اگر غیب سے رساؤ بڑھ جائے تو اس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب۔(انوارالعلوم۔ص:191)

سبق:

رحمت الٰہی ہر آن اِس عالم کے باسیوں پر برستی رہتی ہے جس دن بند ہوگئی عالم فنا ہو جائے گا۔رحمت الٰہی کو مزید سے مزید مانگتے رہنا چاہیے کہ بگڑے ہوئے کام اسی سے بنتے ہیں۔

۲۲۔ستون حِنانہ

صحابہ کرام نے کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستون حنانہ پر بیٹھتے ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک نہیں دیکھ سکتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منبر بنایا گیا تو ستون حنانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں سمجھداروں کی طرح روتا تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ حیرت میں پڑ گئے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ستون! تو کیا چاہتا ہے؟

وہ بولا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں خون ہوگئی ہے۔چونکہ میری جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں جل گئی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر میں کیوں نہ روؤں۔میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسند تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر بنالیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے بھلے درخت! کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے کھجور بنا دیں اور لوگ تیرا میوہ کھائیں یا تجھے سرو بنا دیا جائے کہ ہمیشہ تر و تازہ رہے؟

وہ بولا کہ میں بقائے دائمی چاہتا ہوں۔ اُس ستون کو زمین میں دفن کر دیا گیا اور انسانوں کی طرح قیامت میں اُٹھایا جائے گا۔

یہ اس لیے کہا کہ تو سمجھ جائے کہ جو خدا کا ہو گیا دُنیا کے کاموں کے لیے بے کار ہو گیا کیونکہ جو وہاں بازیاب ہو جاتا ہے وہ دُنیا کے کام کا نہیں رہتا۔ وہ شخص جس پر اسرار کی بخشش نہ ہوئی ہو وہ بے جان لکڑی کے رونے کی کب تصدیق کرے گا۔ دل میں نفاق رکھنے والا خدائی بھید نہیں سمجھ سکتا۔ یاد رکھو! آدھا وہم انسانوں کو پورے وہم میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (انوارالعلوم۔ص:194)

سبق:

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز کیا ہے لوح و قلم تیرے ہیں

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

۲۳۔سنگریزوں کی گواہی

ابو جہل کی مٹھی میں چند کنکر تھے، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا اگر آپ آسمان کے راز کے خبردار ہیں تو بتائیے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہوا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں بتاؤں کہ کیا ہے یا وہی چیز بتائے؟

ابو جہل بولا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ ہر چیز پر قادر ہے، تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں اور ان کی تسبیح سن، سنگریزوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا موتی پرو دیا۔

ابو جہل نے غصے سے پتھروں کو زمین پر دے مارا، اور بولا آپ جیسا کوئی دوسرا جادوگر نہیں ہے۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسد سے جل گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے سے ذلت کے کنویں میں گر گیا۔ اس نے معجزہ دیکھا اور بے دینی میں اور سخت ہو گیا۔ (انوارالعلوم۔ص:195)

سبق:

معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لانا سنگ دلی کی انتہا کی طرف اشارہ ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۴۔اونٹنی

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی ہی تھی۔ لوگ پانی کی وجہ سے اُس کے دشمن ہو گئے حالانکہ اس نے قدرت کا دیا ہوا پانی پیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا چونکہ تم نے حسد برتا تین دن کے بعد اللہ کا عذاب آئیگا۔اگر بچنا چاہتے ہوتو وہ دیکھو اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے اُس کو پکڑ سکو تو پکڑ لو، یہ تدبیر ہے ورنہ تم بچ نہ سکو گے۔وہ بھاگے لیکن کوئی اس تک نہ پہنچ سکا، وہ چلا گیا، پہلے دن اُن کے چہرے زرد ہو گئے۔دوسرے دن سُرخ ہوئے توبہ کا وقت ختم ہو گیا۔تیسرے دن حضرت صالح علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق نا امیدی میں مبتلا ہو کر اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آئے۔حضرت صالح علیہ السلام خلوت سے شہر کی جانب آئے۔اُن کے جسموں کے ٹکڑوں سے وہ رونا سنتے تھے۔حضرت صالح علیہ السلام اس رونے پر رونے لگے اور بولے اے قوم! میں تمہاری وجہ سے خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں۔میں نے تمہیں اللہ کے حکم کے مطابق نصیحت کی تم نے میری بات کو نہ مانا۔(انوار العلوم۔ص:204)

سبق:

وقت کے نبی کی بات کا انکار تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

۲۵۔ایک نحوی

ایک نحوی کشتی پر سوار ہوا اور اُس متکبر نے ملاح سے سوال کیا کہ کیا تو نے نحو پڑھی ہے؟

اس (ملاح) نے جواب دیا نہیں۔

نحوی بولا تیری آدھی عمر برباد ہوئی۔ملاح کا دل ٹوٹ گیا لیکن وہ جواب سے خاموش رہا۔ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا تو ملاح نے نحوی سے پوچھا کیا تو تیرنا جانتا ہے؟

وہ (نحوی) بولا نہیں۔

ملاح بولا تو پھر تیری ساری عمر برباد گئی کیونکہ یہاں محویت چاہیے نہ کہ نحو۔

سبق:

بے سوالات اکثر لے ڈوبتے ہیں۔طریق صوفیا یہ ہے کہ خاموش رہے اور اگر کوئی پوچھے تو ہاں یا نہ میں جواب دے، تبصرہ نہ کرے۔

۲۶۔اخلاص کی طاقت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جہاد میں ایک دشمن پہلوان پر قابو پا لیا اور تلوار نکالی اسے قتل کرنے لگے کہ اُس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے چہرے پر تھوک دیا۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تلوار ہٹالی۔کافر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس عمل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔اور پوچھنے لگا کہ میں آپ کے قابو میں تھا پھر آپ نے کیا دیکھ لیا کہ آپ کا غصہ فرو ہو گیا۔کون سی ایسی شے آپ نے دیکھ لی کہ میری جان بخش دی اور میرے دل و جان میں ایک شعلہ سا کوند گیا ہے۔بہادری اور مروت میں آپ لاثانی ہیں۔آپ تو موسیٰ علیہ السلام کے اُس ابر کی طرح ہیں جس نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک بغیر محنت کیے رزق مہیا کیا۔آپ نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دیں؟ آپ کی بردباری کی تلوار نے مجھے قتل کر دیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے۔اس لیے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اُسی

کا کام ہے جس کو مُشاہدۂ حق حاصل ہے اور یہ راز کھول دیجیے۔ وہ نور جو آپ پر منکشف ہوا ہے اُس کا کچھ عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ میں رات کا مسافر ہوں اور آپ چاند ہیں، آپ مجھے درست راستے پر لے آئیں تاکہ میں غلطی اور بھول سے محفوظ ہو جاؤں۔ چاند تو بغیر بولے رہنما ہوتا ہے لیکن اگر بول پڑے تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ آپ تو علم کے شہر کا دروازہ ہیں اور بُردباری کے سورج کی شعاع ہیں، اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ، ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہوتا ہے اور جہاں دروازہ ہو وہ کب بند ہوتا ہے۔

اُس نے پوچھا اے امیر المومنین پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو مختلف ستارے اُس کی خدمت میں لگے رہتے ہیں لیکن جب اُس میں رُوح آجاتی ہے تو سورج اُس کا مددگار بن جاتا ہے۔ آپ بتائیے کہ اُس جنین کا تعلق سورج کے ساتھ کس راستے سے ہوتا ہے؟ یہ ایک مخفی راستہ ہے جو ہمارے ادراک سے دُور ہے۔ سورج کے راستے بہت سے ہیں۔ ایک راستہ وہ ہے جس سے سونا کان میں سورج سے پرورش حاصل کرتا ہے۔ پتھر یاقوت بن جاتا ہے۔ وہی راستہ لعل کو سُرخ رنگ عطا کرتا ہے۔ ایک راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے۔ ایک راستہ وہ ہے کہ کسی حیران کو دل عطا کر دیتا ہے۔ آپ بتائیے اے شہباز! جو بغیر سپاہیوں کے لشکروں کو شکست دے سکتے ہو۔ قہر کی جگہ آپ میں مہر کس وجہ سے پیدا ہوگئی؟ اژدھے کو چھوڑ دینا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا میرا تلوار چلانا صرف اللہ کے لیے ہے میں اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں۔ میں اسد اللہ ہوں، خواہش نفسانی کا شیر نہیں ہوں، میں تلوار کی طرح ہوں جسے چلانے والا اللہ ہے۔ میں نے راستے سے اپنا سامان ہٹا لیا ہے اور خدا کے غیر کو معدوم سمجھ لیا ہے۔ میں تو جنگ میں قتل نہیں کرتا بلکہ زندگی دیتا ہوں۔ میری تلوار سے لوگوں کو اللہ کا وصال ہوتا ہے۔ میں تنکا نہیں ہوں کہ ہوا سے ہل جائے میں تو صبر اور حلم کا پہاڑ ہوں۔ غصہ، شہوت اور حرص کی ہوائیں اُس کو اُڑا لے جاتی ہیں، جو نیازمند نہ ہو۔ تکبر کی ہوا غرور کی ہوا اور خود پسندی کی ہوا اُس کے لیے اُڑتی ہے جو اہلِ علم نہ ہو۔ ہاں میں اللہ کی ہوا کے لیے ایک تنکا ہوں۔ غصہ بادشاہوں پر حکمران ہے لیکن میں نے اُسے قابو کیا ہوا ہے۔ اُس ہوا کے بغیر میں جھک نہیں سکتا کیونکہ عشقِ الٰہی کے بغیر میرا کوئی پیش رو نہیں ہے۔ اگرچہ میرا جسم تباہ شدہ ہے لیکن میں نور میں غرق ہوں، میرے کسی فعل میں میری ذاتی غرض شامل نہیں ہوتی۔ میرے عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہے۔ میری آنکھوں دیکھی بات یعنی عین الیقین ہے۔ میری آستین اللہ کے دامن سے وابستہ ہے اور میں ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔ میرا اتنا کہہ دینا کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اُس کے رسول علم کو جھٹلا دیا جائے۔ میری گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے کیونکہ میں آزاد ہوں اور ایک آزاد کے آگے ہزاروں غلاموں کی گواہی کی کوئی حقیقت نہیں ہے جو شہوت، حرص اور تکبر کے غلام ہیں اور تا موت اُن کے غلام رہیں گے۔ قرآن میں قساوت قلبی کا جو ذکر کیا ہے میں اس سے پاک ہوں۔ قیامت میں قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہو جائیں گے۔ لیکن اس وقت ندامت اور خونِ جگر بہانے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ندامت اور اپنے جگر کو خون کرنے کی مہلت اسی دُنیا میں ہے۔ عدل کے لیے گواہی کی عدالت شرط ہے اور اس کے لیے گواہ کا حُر ہونا ضروری ہے۔ شیطان کا غلام عدل نہیں کر سکتا۔ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد فرمایا گیا کیونکہ وہ حُر ابن حُر تھے۔ میں جب حُر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میرے اندر آ کر دیکھ لے اِنَّ رَحۡمَتِیۡ سَبَقَتۡ

عَلَی غَضَبِی " بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اللہ کی مہربانی نے تیری جان بخش دی اور اُس کی رحمت غصے پر غالب آ گئی ہے۔ اب تجھے کوئی خطرہ نہیں ہے تو اب پھر سے موتی بن گیا ہے۔ اب تو میں اور میں تو ہو گئے ہیں۔ تو علی تھا اور میں علی کو کیسے قتل کرتا۔ تو نے ایمان اختیار کر کے انتہائی عروج حاصل کر لیا۔ تُو نے تھوک کر وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے۔

اُس مرد کی معصیت بہت مبارک تھی۔ کیا گلاب کے پھول کانٹے سے نہیں نکلتے؟ کیا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے کے ارادے نے قبولیت کے دربار تک نہیں کھینچا؟ کیا فرعون نے جادوگروں کو اُن کے جادو کی وجہ سے نہیں بلوایا کہ وہ خوش نصیب بن جائیں؟ سرکشی بعض اوقات ایمان کامل کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر اُن میں سرکشی نہ ہوتی تو وہ کب عصا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دیکھ سکتے۔ یاد رکھو! ناامیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی۔ جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے تو بُرے کاموں کو عین طاعت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اس سے شیطان رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے اور ہماری طاعت کے حسد سے شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ ہم سے گناہ کرائے لیکن جب دیکھتا ہے کہ وہ تو طاعت قرار دے دیا گیا تو اس کے لیے وہ بہت منحوس وقت ہوتا ہے۔ تو اندر آجا۔ میں نے تیرے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ تو نے تھوکا، میں نے مجھے تحفہ دیا۔ جب میں ظالم کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہوں تو محبت والے قدموں پر کس طرح جھکوں گا اور اپنے وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا۔ سمجھ لے خزانے اور لازوال ملک دوں گا۔ ایسی لازوال بادشاہی بخشوں گا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں وہ مرد کامل ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی ڈنک کی بجائے شہد برساتا ہوں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس جوان سے فرمایا کہ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور آدھا جہاد اور آدھا میری خواہش نفسانی میں بٹ گیا، لیکن اللہ کے کام میں شرکت نہیں ہے۔ تو مولیٰ کی مملوک ہے میری مخلوق نہیں ہے۔ اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ دے۔ دوست کے شیشے پر دوست ہی کا پتھر مار۔ کافر نے یہ بات سنی تو اُس کے دل میں ایک نور پیدا ہوا۔ اُس نے فوراً کفر سے توبہ کی اور بولا کہ میں نے آپ کو کچھ اور سمجھا تھا۔ آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو کے کانٹا ہیں۔ میں اب اُس شمع کا غلام ہوں جس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے چراغ کو روشن کیا ہے۔ اس طرح اُس کے خاندان کے پچاس آدمیوں نے کلمہ توحید پڑھا اور ان کی بُردباری کی تلوار نے لوگوں کو لوہے کی تلوار سے بچا لیا۔ بُردباری کی تلوار سینکڑوں لشکروں کو فتح کرنے والی ہے۔ (انوار العلوم۔ ص:241)

سبق:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اللہ کے واسطے جہاد کرتے ہوئے کافر کے تھوکنے پر معاف کر دینا اس لیے تھا کہ پہلے غصہ اللہ کے لیے تھا، تھوک کے بعد غصہ اپنی ذات کے لیے ہو جاتا، یہی اخلاص ہے۔

۲۷۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میرے خادم کے کان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک روز میرا سر قلم کرے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وحی کے ذریعے سے اُسے آگاہ کیا کہ میری ہلاکت اُس کے ہاتھ سے ہوگی۔ وہ مجھ سے کہتا ہے کہ آپ مجھے پہلے ہی مار ڈالیے تا کہ ایسی بُری خطا مجھ سے سرزد نہ ہو۔

میں اُس سے کہتا ہوں کہ جب میری موت تیرے ہاتھ سے ہے تو قضائے الٰہی کے آگے میں کیا کر سکتا ہوں۔

وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ آقا! خدا کے لیے میرے دو ٹکڑے کر دیجیے تاکہ میرا انجام بُرا نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ جا کیونکہ لکھنے والا قلم خشک ہو چکا ہے۔ میرے دل میں تیرے لیے کوئی بغض نہیں ہے اس لیے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا۔ تو تو اللہ کا آلہ کار ہے۔ اصل کرنے والا تو اللہ ہے۔

اُس نے پوچھا کہ پھر خون کا بدلا کیوں ہے؟

میں نے کہا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ایک مخفی راز ہے۔

اگر اللہ اپنے کسی فعل پر اعتراض کرتا ہے تو اپنے اعتراض سے وہ ایک باغ اُگاتا ہے۔ اُسے اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے۔ حوادث کی اس دُنیا میں وہی حکمران ہے اور افلاک میں بھی وہی تدبیر کا مالک ہے۔ اگر وہ اپنے بنائے ہوئے آلے کو خود توڑتا ہے تو ٹوٹے کو خود ہی جوڑتا بھی ہے۔ وہ اپنے کسی حکم کو منسوخ کر کے کوئی بہتر امر جاری کرتا ہے۔ جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا تو گھاس کو ختم کر کے اُس کے بدلے میں گلاب اُگایا۔ رات دن کی روشنی کو منسوخ کرتی ہے پھر دن کی روشنی رات کو منسوخ کرتی ہے اور دن کی حرارت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہے۔ نور کی تبدیلی کے بعد بظاہر ظلمت مناسب معلوم نہیں ہوتی لیکن حقیقتاً اس ظلمت سے جانداروں کو آبِ حیات حاصل ہوتا ہے اور اُن کے قویٰ پھر کام کاج کے لیے تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

اَضداد سے اَضداد پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے دل کے اندھیرے میں ہی اللہ نور پیدا کرتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جنگ صلح کا دارومدار ہوتی ہے۔ انہوں نے لاکھوں سر اس لیے قلم کر دیئے کہ دُنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو۔ باغبان درختوں کی شاخیں اس لیے کاٹتا ہے تاکہ اُن میں زیادہ پھل آئے۔ وہ باغ میں سے فالتو پودے اور گھاس پھوس کاٹ دیتا ہے تاکہ باغ پھولے پھلے۔ بیمار دانت کو نکلوانا پڑتا ہے تاکہ درد سے نجات حاصل ہو۔ پس نقصانوں میں ترقیاں چھپی ہوتی ہیں اور شہیدوں کی زندگی فنا ہونے ہی میں ہے۔ جب دُنیا میں رزق کھانے والا حلق کٹ جاتا ہے تو یرزقون یَفْرَحُونَ (یعنی ان شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں) خوشگوار ہو کر آجاتا ہے۔ جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا تو انسان کے حلق نے نشوونما پائی۔

اگر انسان کا گلا اللہ کے نام پر کٹ جائے تو غور کر و اُس کو کتنی فضیلتیں ملیں گی۔ اُس کی تیمارداری اللہ کے شربت سے ہوگی۔ وہ حلق لا سے آزاد ہو کر بقا میں فنا ہو جاتا ہے۔ روٹی کے ذریعے تیری زندگی کب تک رہے گی۔ بید کی طرح تو بے ثمر اسی وجہ سے ہے کہ تو نے روٹی کے لیے اپنی آبرو داؤ پر لگا دی۔ قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے ترکِ دُنیا ضروری ہے۔ اس کے لیے کسی شیخ کا ہاتھ تھام لے جو تجھے تانبے سے سونا بنا دے گا۔ اگر تو صاف کپڑے پہننا چاہتا ہے تو دھوبیوں کے محلے میں جانے سے منہ نہ پھیر۔ شیخ تیرے ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے تو اُس کا تجھے توڑنا تیرے جوڑنے کے لیے ہوگا۔ اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو شیخ تجھے اپنی طرف کھینچ لے گا کیونکہ یہ اُس کا کام ہے۔ توڑنا اُسی کے لیے مناسب ہوتا ہے جو جوڑنا جانتا ہو۔ جو دینا جانتا ہے وہی کاٹنا بھی جانتا ہے۔ اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا تو یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے۔ قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اُس کو بغیر حکم خداوندی کون مار سکتا ہے۔ جاڑ رتا رہ اور بُروں پر

طعنہ زنی نہ کر۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے عاجز سمجھ۔ دل سے اللہ کے سامنے گردن جھکا دے اور دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر۔

(انوارالعلوم۔ص:243)

سبق:

امر الٰہی غالب رہتا ہے۔ وہ حکیم ہے اپنی حکمت آپ ہی جانے، غلام کو تو سر تسلیم ہی رہنا چاہیے۔

۲۸۔ قاتل سے چشم پوشی

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں دن رات اپنے دشمنوں کو دیکھتا ہوں اور مجھے بالکل غصہ نہیں آتا کیونکہ مجھے موت بھی زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے۔ میری موت نے میری زندگی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ بے نوائی کا سامان ہمارے لیے اللہ کا عطیہ ہے۔ مُوتُوا قَبۡلَ أَنۡتَ مُوتُوا (مرجاؤ قبل اس کے کہ مرو) ہمارے ہی لیے ہے۔ موت کافروں کے لیے باعث خوف اور مومن کے لیے باعث امن ہے جیسے کہ دریا بطخ کے لیے قوت کا سبب اور مرغ کے لیے کمزوری کا سامنا ہے۔ اُس کا ظاہر موت اور باطن زندگی ہے۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا اُس کا اِس دُنیا کی طرف انتقال ہے۔ جن لوگوں کو موت سے عشق ہو ان کے لیے وَلَا تُلۡقُوا بِأَيۡدِيكُمۡ إِلَى التَّهۡلُكَةِ یعنی اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کا حکم نہیں ہے۔ یہ حکم ان کے لیے ہے جن کی جان کا مرنا ہلاکت ہے لیکن جن کے لیے مرنا کامیابی ہے اُن کے لیے سَارِعُوا یعنی جلدی کرو کا حکم آیا ہے۔ ممانعت تو مرغوب چیز کے لیے ہوتی ہے۔ مکروہ کے لیے نہیں۔ میرے لیے تو قرآن میں ہے کہ نہ گمان کرو تم اُن لوگوں کو مردہ جو اللہ کے راستے پر قتل کیے گئے بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔

وہ خادم آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہنے لگا اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجھے جلد قتل کر دیجئے تاکہ میں وہ برا وقت نہ دیکھوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے فرمایا اگر ہر ذرہ قاتل بن جائے اور اُس کے ہاتھ میں تیرے لیے خنجر ہو تو تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا جبکہ تقدیر نے تیرے لیے ایسا لکھ دیا ہو لیکن تو بے فکر رہ میں تیرا سفارشی ہوں۔ میں رُوح کا مالک ہوں میں جسم کا غلام نہیں ہوں، میرے نزدیک اس جسم کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ خنجر اور تلوار میرے لیے خوشبودار پھول بن گئے ہیں۔ جو جسم کو اس طرح مغلوب کر دے وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے۔ بظاہر اگر وہ حکومت کے لیے کوشاں ہے تو اس لیے کہ حاکموں کے لیے حکومت کرنے کی رہنمائی کرے۔ حاکموں کے لیے قانون نامہ تحریر کرے اور امارت میں نئی روح ڈال دے۔ اگلے عالم میں تو اُن کی سرداری دیکھے گا۔

(انوارالعلوم۔ص:245)

سبق:

نہ غرض کسی سے، نہ واسطہ، مجھے کام بس اپنے کام سے   تیرے نام سے، تیری یاد سے، تیرے ذکر سے، تیری فکر سے

۲۹۔ حقارت کی نظر

ایک روز آدم علیہ السلام نے ابلیس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ خود پسند بن گئے اور ابلیس کے کام کی ہنسی اُڑائی۔ غیرت حق نے پکارا اے آدم! تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے۔ اگر میں باطن کو ظاہر کر دوں تو پہاڑ اکھڑ جائیں۔ اگر سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کروں تو سینکڑوں شیطان نومسلم ہو جائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا میں نے اُس نظر سے توبہ کی پھر کبھی ایسا خیال دل میں نہیں لاؤں گا۔ اے خدا! اس بندہ کو معاف کر دے اور اس بات پر میری گرفت نہ کر۔ اے فریادیوں کی فریاد سننے والے! ہم کو ہدایت عطا کر۔ علوم اور مالداری میں کوئی فخر نہیں ہے۔ تو نے جس دل پر کرم کر کے ہدایت دے دی ہے اُسے کج نہ کر اور بری تقدیر کو ہم پر سے ٹال دے اور ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کر۔ تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے اور تیری پناہ کے بغیر سوائے اُلجھن کے کچھ نہیں ہے۔

ہمارا سامان، ہمارا جسم، ہمارے ہاتھ پاؤں ہمارے دشمن ہیں کہ ہمیں بُرے کاموں کی طرف لے جاتے ہیں اور تیری امان کے بغیر کوئی کسی طرح بچ سکتا ہے۔ ان خطروں سے جان محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک جان کا محبوب سے وصال نہ ہو جائے۔ تو راستہ نہ دے تو جان کا بچنا محال ہے۔ وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو، دراصل مردہ ہے۔ اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے تو درست ہے کیونکہ تو توعین مالک ہے اور کائنات کا ہر ذرہ اور بڑی سے بڑی چیز تیرے سامنے حقیر ترین ہے۔ یہ بات اس لیے درست ہے کہ تو ہی ان کو مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت رکھتا ہے۔ تو ہی عدم اور نیستی سے پاک ہے اور معدوم کو موجود کرنے والا ہے۔ ہر خزاں میں باغ اُجڑ جاتا ہے پھر کہتا ہے باہر آ اور تر و تازہ ہو جا اور خوب صورت بن جا۔ ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اس لیے سوائے قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں۔ ہم نے شیطان سے رہائی پائی ہے تو صرف تیری مہربانی سے اور اگر تو نہ چاہے تو ہم خود شیطان ہیں۔ تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا برا جلانے والا اور مجسم آگ ہے۔ تیرے سوا ہر چیز باطل ہے اور تیرا فضل ہی رحمت کی بارش برسانے والا ہے۔ (انوار العلوم۔ص:245)

سبق:

خاکی پتلا خطا کر بیٹھتا ہے، کریم مالک مہربانی سے خطاؤں کو معافی کے پانی سے دھو دیتا ہے۔ معافی مانگنا خاکی کا وطیرہ ہونا چاہیے تاکہ اس کے پانی سے مالک خطائیں مٹا دے۔

بحوالہ: انوار العلوم (مثنوی مولانا روم۔ دفتر اول)

مؤلف: حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ۔ مترجم: محمد عالم امیری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خدیجہ پبلی کیشنز۔ عظمت منزل۔ خدیجہ اسٹریٹ۔ ابدالی چوک۔ اسلام پورہ۔ لاہور۔ 0300-4101533